گوشۂ ادب رثائی

رباعیات وسلام

(قسط اوّل)

سلطان الشعراء مولانا سید محمد کاظم جاوید اجتہادی

رباعیات

تکلیف سے یہ عمر بسر کی میں نے ہر ایک سے کب داد سخن لی میں نے
جس کی کوئی عالم میں نہیں پوچھتا بات اس درد کو بھی دل میں جگہ دی میں نے

✡

جلوہ رُخ تاباں کا دکھا دو مجھ کو چین آتا ہے کیوں کر یہ بتا دو مجھ کو
پردہ شب معراج کا یہ کہتا تھا جب غیر میں ہی ہوں، تو اُٹھا دو مجھ کو

✡

کیا خوب تقرّب کی بھی صورت کرلی ہر طرح سے بس ختم محبت کرلی
یہ کب درِ مہدیؑ سے کہیں اور گئی حضرت سے امامت نے بھی بیعت کرلی

✡

پیری میں وہ داغوں کا بھی گلشن نہ رہا دھبّا تو رہا گو کہ وہ دامن نہ رہا
تربت میں نہ سینہ ہے نہ دل اور نہ داغ مرنے پہ چراغ ایک بھی روشن نہ رہا

✡

کیوں ہو نہ اماموں کو محبت میری ہاں مر کے نکل جائے گی حسرت میری
سب مل کے اگر آئیں تو قسمت چمکے بارہ ہوں چراغ ایک ہو تربت میری

✡

دنیا کے تعب سب پہ گذر جاتے ہیں دل حد کے جو نازک ہیں تو تر جاتے ہیں
آخر میں بخیلوں کا یہ ہوتا ہے مآل مہماں جو اجل آتی ہے مر جاتے ہیں

سلام

(۱)

لاشیں دیکھیں شہ نے، (قتل اقربا دیکھا کئے) دل سے اپنے تھیں یہ باتیں ہم یہ کیا دیکھا کئے
خاتمہ آل عبؑا کا ہوگیا ہنگام عصر کند خنجر کی روانی مصطفاؐ دیکھا کئے
زندگی میں موت کا عباسؑ نے پایا مزا اپنے ہاتھوں کو بھی اپنے سے جدا دیکھا کئے

تربت بے شیر پر روئے کلیجہ تھام کر — اپنے درد وغم کی حضرت انتہا دیکھا کئے
ڈوب کر فوجوں میں شہ نے سب کو پسپا کر دیا — انبیا حیرت میں پیاسے کی وغا دیکھا کئے
باب خیبر پھول سے بھی بوجھ میں کم ہو گیا — غور سے سب قوت دست خدا دیکھا کئے
کچھ توقف کر کے میداں (میں دہم کے روز کو) — دیر تک شبیر رفتارِ (قضا) دیکھا کئے
جب خدا نے عرش و کرسی سے کیا پردے کو وا — آسماں سوئے زمین کربلا دیکھا کئے
پیاس نے شبیرؑ کی تصویر حسرت کھینچ دی — دیکھ کر پیکاں کو اصغر کا گلا دیکھا کئے
رہ گئے تھے پر جو باقی ان کے دشمن بھی نہ تھے — دور سے جبریل حضرت کی وغا دیکھا کئے
شہ نے آخر میں کہا حیدرؑ بھی لڑتے تھے یوں ہی — پہلے اکبر کا یہ انداز وغا دیکھا کئے
غرق خوں سب ہو چکے عباس (واکبر بھی نہیں) — کشتیوں کا ڈوب جانا ناخدا دیکھا کئے
بے سبب آنسو تھمے تھے کب مرے رخسار پر — ساتھیوں کا اپنے یہ بھی راستہ دیکھا کئے
شہ کو تھی علم امامت سے خبر انجام کی — پیرہن اپنا تو زینبؑ کی ردا دیکھا کئے
لاش اصغر رکھ کے تربت میں بہت روئے حسینؑ — دیر تک چہرے کو شاہ کربلا دیکھا کئے
شہ کے آگے رکھ دی قاسمؑ نے جو تحریر حسنؑ — غور سے شبیرؑ قسمت کا لکھا دیکھا کئے
اک ہماری قبر ہے محروم تیرے فیض سے — تجھ کو آتے ہر مکاں میں اے ہوا دیکھا کئے
ذوالفقار حیدری نے دو کیا مرحب کوبھی — غور سے سب چہرۂ مشکل کشا دیکھا کئے
آئینے تیغوں کے تھے پیش نگاہ اہل دیں — اپنی صورت کیا وہ تصویر قضا دیکھا کئے
کچھ توجہ بھی نہ کی جنت کے پھولوں کی طرف — اہل جنت گلستان کربلا دیکھا کئے
رفعت گردوں دوں بھی پست نظر (وں میں ہوئی) — جو ملک روئے زمین کربلا دیکھا کئے
گھر سے اکبر تو سدھارے یاد ان کی رہ گئی — سب محبت سے انہیں کے نقش پا دیکھا کئے
اے خوشا قسمت کہ جنت سب سے پہلے مل گئی — حر کا چہرہ غور سے اہل وفا دیکھا کئے
بوترابی کو زمیں ڈر ڈر کے دیتی ہے فشار — (تیری جانب) ہم بھی اے خاک شفا دیکھا کئے
بند ہونے کو لحد ہے یا علیؑ اب آیئے — آپ کا ہم وقت آخر راستا دیکھا کئے
قبر میں میری انہیں آئی جو خوشبوئے حسین — خود ملائک صرۂ خاک شفا دیکھا کئے
حسرت شبیرؑ کا اندازہ کر سکتا ہے کون — روئے دے کے (اذن اور) حر کی وغا دیکھا کئے
حضرت مسلمؑ کی کچھ قسم اسیری تھی جدا — لوگ مر جانے پہ رسی میں گلا دیکھا کئے

کٹ گئی جاویدؔ کس عالم میں اپنی زندگی
ابتدا سے رنج وغم کی انتہا دیکھا کئے

(۲)

سو کے اکبر اُٹھے ہیں ہے طرز پیارا آنکھ کا — جھلملائے صبح کو کیوں کر نہ تارا آنکھ کا

وقت گریہ کچھ بھی گر پائے اشارا آنکھ کا
دونوں عالم کو ڈبو دے اک کنارا آنکھ کا

سرخ غصہ سے ہوئی جب چشم دلبند علیؑ
ہم بنے تلوار ہر ڈورا پکارا آنکھ کا

آسماں تک سیر کرنے کیوں نہ جائیں باربار
مل رہا ہو جب نگاہوں کو سہارا آنکھ کا

دیکھئے ہر وقت رہتا ہے یہی سینہ سپر
کب فراق ابرو کو ہوتا ہے گوارا آنکھ کا

آنکھ کی پتلی چمکنے میں گہر سے کم نہیں
دیکھنے والے اسے کہتے ہیں تارا آنکھ کا

حسن چشم رخش شہ پر ہوگئیں پریاں فدا
ہم نے تو بجھتے نہیں دیکھا ہے تارا آنکھ کا

رکھے آغوش تمنا میں نہ کیوں چشم فرس
اس میں کوئی شک نہیں کاجل ہے پیارا آنکھ کا

اے ہوا اسپ شہ دیں چل کے تھمنے کا نہیں
تازیانہ اس کے حق میں ہے اشارا آنکھ کا

رخش شہ کی شوخیاں اس کو تصور سے ملیں
آہوؤں نے دیکھ لو نقشہ اتارا آنکھ کا

میرے آنسو اب نہ سوکھیں گے نہ سوکھیں گے کبھی
مل گیا ہے بڑھ کے کوثر سے کنارا آنکھ کا

کہتی ہیں بانو علی اصغر کو ڈھونڈوں کس طرف
چھپ گیا کس خاک کے پردے میں تارا آنکھ کا

اشک کی کشتی کہاں تھی اور اب پہنچی کہاں
رشک ساحل کیوں نہ ہوتا ہر کنارا آنکھ کا

سر جھکا کر طے یہ کر لیتا ہے راہ شوق کو
جب قلم سے حرف کرتے ہیں اشارا آنکھ کا

دیکھنا ہو جس کو قدرت کا تماشہ دیکھ لے
بن چکا پتلی تو خود کاجل پکارا آنکھ کا

رخش شہ کی دیکھ کر پتلی کہیں ارباب شوق
دن کو راتوں کی طرح چمکے گا تارا آنکھ کا

اشک کی مرد مضافی تک پہنچ ممکن نہیں
زور دامن پر مرے رہتا ہے سارا آنکھ کا

ڈھونڈھتی ہے پھر پر جبریل کو تیغ علیؑ
جو ہر اس کو دیتے جاتے ہیں اشارا آنکھ کا

ہے نہ ہوئے اک جگہ پتلی کو گردش سے سدا
اس کو سمجھے ہم کنارا اور دھارا آنکھ کا

اکبر و اصغر سے کچھ یکساں محبت شہ کو ہے
ایک قوت ہے جگر کی ایک تارا آنکھ کا

ہے سلامی کی سحر اور تیرگی کی شام ہے
خود ہی ہم جاویدؔ سمجھے ہیں اشارا آنکھ کا

(۳)

قریب منہ کے تڑپ کر جگر نہ آ جائے
بہن کو لاشۂ سرور نظر نہ آجائے

ہوا سے خشک ذرا ہو چلا ہے دامن ابر
کسی کے جوش پہ پھر چشم تر نہ ہو جائے

بچے گی پھر نہ سکینہؑ یہ کہتی تھی زینبؑ
کہیں حسینؑ کا زنداں میں سر نہ آ جائے

دلیر تیغ کے آئینے میں نہ منہ دیکھیں
اجل کی شکل ابھی سے نظر نہ آجائے

ٹھہر ٹھہر کے جنازہ لحد کی سمت چلے
ہوا بھی جس میں نہ آئے وہ گھر نہ آجائے

جدا تھیں رات سے تیغیں نیام کے گھر سے
کہ فوج شام ادھر بے خبر نہ آجائے

اسی سے مشک سکینہؑ نے منہ کو بند کیا
کہ کچھ تری کا لبوں تک اثر نہ آجائے

فرات جوش میں ہے، مضطرب ہیں سب فوجیں
کہ شیر بیشہ حیدرؑ ادھر نہ آ جائے

سپاہ رہ گئی آدھی وغائے اکبرؑ سے
لہو کا سیل کہیں تا کمر نہ آجائے

کفن سے دور رہے نامۂ عمل میرا
کہیں اُدھر کی سیاہی اِدھر نہ آ جائے

قریب نہر جمی ہیں اُدھر صفوں پہ صفیں
کہ تشنہ کاموں کو دریا نظر نہ آجائے

حرم میں مُہر نبوت پہ ہیں علیؑ کے قدم
اُدھر کا نقش بھی کھینچ کر اِدھر نہ آجائے

لحد میں پاؤں نہ پھیلا کے سوئیے جاویدؔ
کہ جس کا ڈر ہے کہیں وہ سحر نہ آجائے

(۴)

بازوئے شہ اک غم سوز نہانی دے گئے
آگ بھی اک نام ہے جس کا وہ پانی دے گئے

شہ یہ کہتے تھے کہ اکبرؑ اک نشانی دے گئے
کس ضعیفی میں ہمیں داغ جوانی دے گئے

کیوں زباں سوکھی دکھا کر ہو گئے اصغرؑ تمام
باپ کے دل کو غم تشنہ دہانی دے گئے

دیکھ کر پردے میں ہنس دیتے ہیں تصویر شباب
اک نئے پردے میں ہم اس کو جوانی دے گئے

کہتی تھی رو کر سکینہؑ ہیں چچا میرے کہاں
کچھ تسلی دے گئے مجھ کو نہ پانی دے گئے

بعد عباسؑ علیؑ دل ان کے اب تک شق رہے
پاؤں سے ایسے رکابوں پر گرانی دے گئے

لاشہ عباسؑ پر کہتے تھے شاہ بحر و بر
مشک اب سوکھی ہوئی اپنی نشانی دے گئے

مر کے زندہ ہو گئے (گویا شہید) راہ حق
ہاتھ میں دنیا کے لطف زندگانی دے گئے

کیا چراغوں کو ملا محفل میں آنے کا ثمر
رات بھر جل کر نوید عمر فانی دے گئے

ماتم بازوئے شہ میں اشک بچوں نے بہائے
اس نہ دینے پر بھی عباس ان کو پانی دے گئے

اپنی جا سے ہل نہیں سکتیں غم سجادؑ میں
کیا وہ زنجیروں کو اپنی ناتوانی دے گئے

سچ ہے تھے دریا دلی میں فرد کانٹے دشت کے
خود رہے پیاسے مگر چھالوں کو پانی دے گئے

ایڑیاں رگڑیں دلیروں نے، رہے باقی نشاں
مرتے مرتے بھی زمیں کو اک نشانی دے گئے

کیسے تارے فیض عکس آخر کو ظاہر ہوگیا
ہم فلک کو اپنے داغوں کی نشانی دے گئے

ہم کو موسیٰؑ کی طرح مشکل ہے دید روئے دوست
سامنے آئے صدائے لن ترانی دے گئے

حال اکبر کام ہوا آخر بہانہ موت کا
وقت آخر ماں کو پیغام زبانی دے گئے

فیض ان پیاسوں کے قابل قدر کے کیوں کر نہ ہوں
خون سے اپنے جو دریا کو روانی دے گئے

فیض گریہ سے ہوئی سر سبز کشتِ آرزو
ابر تر سوکھے ہوئے دھانوں کو پانی دے گئے

کیا ہی فرحت بخش تھے جھونکے ہوائے سرد کے
ہاں یہی پوشاک سبزے کو بھی دھانی دے گئے

حر کے لشکر کو کیا سیراب کس نے؟ شاہ نے
خون کے پیاسوں کو بھی شبیرؑ پانی دے گئے

بنتِ زہرؑا کے پسر نخل تمنا کے ثمر جوہروں کے باغ میں تیغوں کا پانی دے گئے

غم میں سرور کے دیا جاویدؔ انہیں رونے کا حکم
چشم تر کو عادت گوہر فشانی دے گئے

(۵)

دیکھ لینا کہ یہ خود سوئے اجل جائیں گے آج دنیا میں جو آئے ہیں وہ کل جائیں گے
تیر لشکر پہ نگاہوں کے جو چل جائیں گے خوف عباسؑ سے دل سب کے دہل جائیں گے
گرم فقرے جو مرے منہ سے نکل جائیں گے ابھی محفل میں چراغ آپ سے جل جائیں گے
حدت خوں سے مزاج ان کے بدل جائیں گے ۔۔۔۔۔۔۔رکھنے سے زخم اور بھی جل جائیں گے
کیوں نہ دل سوز ہوں سب گور غریباں کے چراغ گر بجھائے گا کوئی ان کو تو جل جائیں گے
رات کو خانۂ زنداں کی نہ کڑیاں کڑکیں بچے کمسن جو ہیں دل ان کے دہل جائیں گے
قلب صد پارہ شبیرؑ پہ کیا گذرے گی لاشے اک گھر سے بہتر جو نکل جائیں گے
تیر اب دل میں شہیدوں کے رہے حشر تلک آج جائیں گے یہ مہمان نہ کل جائیں گے
دل شبیرؑ میں (نشتر)، وہ چبھیں گے تا حشر پائے سجادؑ سے کانٹے جو نکل جائیں گے
کہا زینب نے بناؤں گی میں دولہا ان کو بچے مرنے جو مرے پہلے پہل جائیں گے
شہ کو زخموں کی نہیں فکر ہو کیا سوچ اس کا خون کے زور میں خود تیر نکل جائیں گے
لے گا بعد ایسے شہیدوں کے زمانہ نہ قرار کروٹیں یہ سرِ خاک ایسی بدل جائیں گے
خون کی دھاریں جو باندھیں گی جبیں پر سہرا دل اکبرؑ کے کچھ ارمان نکل جائیں گے
دل پہ اب نقش رہا حال وفائے عباسؑ حشر میں لے کے نئی فرد عمل جائیں گے
نام سے (چھالوں) کے رہ جائیں گی تصویریں بھی انہیں اشکوں کی جو آنکھوں سے نکل جائیں گے
کہا عباسؑ نے بچوں کا نہیں مجھ کو خیال سایۂ دامن شبیرؑ میں پل جائیں گے
آگ ہو جائے گا اک وقت میں پانی کا مزاج پیاس بڑھ جائے گی تو اشک بھی جل جائیں گے
بند دروازۂ زنداں ہے تو جائیں گے کدھر دم اسیروں کے یہ مانا کہ نکل جائیں گے
تیرگی رخ کی چھپالے گی گنہگاروں کو کوئی بدلے کہ نہ بدلے یہ بدل جائیں گے
شہ دیں فوج کو پسپا نہ کریں خوب یہ ہے ورنہ لاشے بھی شہیدوں کے کچل جائیں گے
شمر کہتا تھا نہ لے نام علیؑ کا کوئی گرتے گرتے شہ مظلوم سنبھل جائیں گے
دشمن نام علیؑ جو ہیں وہی ناری ہیں یاں بھی پھُنک جائیں گے دوزخ میں بھی جل جائیں گے
آئے عباسؑ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔غصہ آیا گھاٹ پر شیر کے تیور ہی بدل جائیں گے
پائے سجادؑ کے سب آبلے سوزاں ہیں بہت پھر چراغ آج رہ شام میں جل جائیں گے
تن شبیرؑ سے کھینچیں گے جو بیدردانی جتنے تلوارں میں بل ہیں وہ نکل جائیں گے

شہ جو کھینچیں گے تو چھوٹیں گی لہو کی دھاریں ایک کے ساتھ کئی تیر نکل جائیں گے

تیر جتنے شہ والا پہ پڑے ہیں جاویدؔ
اشک بھی اتنے ہی آنکھوں سے نکل جائیں گے

(۶)

مولد حیدرؑ ہوا حق کا تلطف ہو گیا ۔۔۔ خانہ کعبہ گھر ان کا بے تکلف ہوگیا
حال عابدؑ پر زمانے کو تاسف ہو گیا ۔۔۔ کارواں جب چھٹ گیا تب قید یوسفؑ ہوگیا
جس طرح رہرو سرا میں رات بھر آ کر رہے ۔۔۔ عالم فانی میں یوں سب کا توقف ہو گیا
شاہ کی روئی ہوئی آنکھوں میں عالم ہے سیاہ ۔۔۔ گم سواد فوج میں اک رشک یوسفؑ ہو گیا
جب ذرا اکبرؑ نے چھیڑا ہو گیا گھوڑا ہوا ۔۔۔ اپنے جامے سے یہ باہر بے تکلف ہو گیا
شوق سے کیا گیا گھر ہائے مضامیں لے لئے ۔۔۔ غیر کا کیوں مال پر میرے تصرف ہو گیا
خون بلبل یا شفق سے رنگ کم کم لے لیا ۔۔۔ کیا لباس سادہ گل نے بے تکلف ہو گیا
کہہ دیا رضواں سے جنت کربلا سے گھٹ کے ہے ۔۔۔ میں بہت دن رہ کے آخر بے تکلف ہو گیا
غم ہمارے خانۂ دل میں رہا گھر جان کر ۔۔۔ پاس رہ کر میہماں کیا بے تکلف ہو گیا
اب علی اکبرؑ کے آگے بے محل ہے نام تک ۔۔۔ اک کہانی، ذکر حسن روئے یوسفؑ ہو گیا
سر جھکا ہے خود ہلال (غم کا) اس کو دیکھ کر ۔۔۔ یہ گریباں چاک کیسا بے توقف ہو گیا
پہلے سادہ جامۂ دریا تھا کوئی شک نہیں ۔۔۔ آستیں موجوں نے چن لی اب تکلف ہو گیا
خودبخود محفل میں جو شمعیں بجھی تھیں جل اٹھیں ۔۔۔ بزم میں پھر آج شاید ذکر یوسفؑ ہوگیا
کیا کہیں کیوں کر کہیں جیسے زمانہ اور ہے ۔۔۔ بات کرنے میں بھی لوگوں کو تکلف ہوگیا
اتفاقاً واں زلیخا کا بڑھا کچھ دست شوق ۔۔۔ چاک سو جا سے یہاں داماں یوسفؑ ہوگیا

مدتوں جاویدؔ رہنے سے عدم کے ملک میں
رسم سب سے بڑھ گیا سب سے تعارف ہوگیا

(۷)

پہلے دفتر مدح شہ کا بہر منبر لے لیا ۔۔۔ جب بلندی حد سے گذری خلد میں گھر لے لیا
آسماں کی خیر ہو کہنے لگے باہم ملک ۔۔۔ ہاتھ پر حیدرؑ نے جس دم باب خیبر لے لیا
قدر اشک ماتم شبیرؑ کی حد ہو گئی ۔۔۔ دیکھ کر آنکھوں سے جو موتی تھا بہتر لے لیا
باب خیبر سے کھلی ہے قوت دست علیؑ ۔۔۔ گرز چھینا ایک کا اور اک کا خنجر لے لیا
اشتیاق ذبح حضرتؑ تھا یہ اہل شام کو ۔۔۔ ہاتھ میں ہر ایک نے پہلے سے خنجر لے لیا
باب خیبر حیدرؑ کرار نے ٹکڑے کیا ۔۔۔ عدل اس کا نام ہے حصہ برابر لے لیا
جب نکیرین آئے تربت میں تو اللہ رے حواس ۔۔۔ نام سب اپنے اماموں (کا) برابر لے لیا

لوٹ کا اسباب سارا دے دیا سجادؑ کو
شام کے حاکم نے لیکن شاہ کا سر لے لیا

یوں غدیر خم کے متوالے چلے ہیں سوئے خلد
سب نے اک اک ساغر تسنیم وکوثر لے لیا

اب گلے پر شاہ دیں کے فاطمہؑ رکھ دیں گلا
شمر نے دست نجس میں کند خنجر لے لیا

شمع کے ہوں جیسے پروانے یوں ہی تھیں گردوپیش
سب بلائیں ہٹ گئیں جب نام حیدرؑ لے لیا

جانکنی کی مشکلیں جتنی تھیں آساں ہو گئیں
مرتے دم جان آگئی جب نام حیدرؑ لے لیا

عابدؑ بیمار کو یوں بھی ستایا شمر نے
لوٹ کا اسباب دے کر شاہ کا سر لے لیا

مرتے دم کہتی ہے یہ ٹھہری ہوئی میری نگاہ
آنکھ کی پتلی نے عکس نور حیدرؑ لے لیا

خود جلے گا (آب تیغہ) کیا جلائے گا مجھے
سرد شعلے ہو گئے جب نام حیدرؑ لے لیا

ہوگئے جہال بھی مسند نشیں بعد نبیؐ
مفت میں سب حق داماد پیمبرؐ لے لیا

اک جگہ پر اب مدینے میں نہیں کیوں آفتاب
دامن رحمت نے سب کو زیر چادر لے لیا

جب ملک سمجھے کہ یہ ہے مدح خوان مرتضیٰؑ
حشر میں مجھ سے مرے عصیاں کا دفتر لے لیا

دل میں کیوں رکھیں نہ ہم داغ غم شبیرؑکو
ہے چمک محشر تلک جس کی وہ گوہر لے لیا

ہم امام عصرؑ سے پوچھیں نہ ہو گر زور ارث
ذوالفقار ضیغم یزداں کو کیوں کر لے لیا

جیسے پوچھا پر کے کٹنے کا سبب جبریل سے
مسکرا کر نام داماد پیمبرؐ لے لیا

دو جہاں کے اب تو مالک ہیں غلامان حسینؑ
اک جناں میں، کربلا میں دوسرا گھر لے لیا

ذوالفقار حیدری کو دیکھ کر جبریل نے
پر سمیٹے اور زبان سے نام حیدرؑ لے لیا

کہتے ہیں حیدرؑ کو کچھ بندے نصیری کا خدا
حق سے مل کر اختیار روز محشر لے لیا

تھا زمیں پر اس کا گرنا باعث ترک ادب
دامنوں نے خون عباسؑ دلاور لے لیا

حد سے افزوں جب ہوئی خورشید محشر کی تپش
ہاتھ میں ہر ایک نے دامان حیدرؑ لے لیا

دیکھ کر حسن علی اکبرؑ یہ حضرت نے کہا
اذن مرنے کا مری جاں ماں سے کیوں کر لے لیا

سب سے بڑھ کر تھا شہ دیں پر قیامت کا وہ وقت
جب جواں کی لاش اٹھائی نام حیدرؑ لے لیا

خون کے اشکوں کی مہریں کر دیں تھا اس کا جوشوق
قتل کا جبریل سے حضرتؐ نے محضر لے لیا

نام پر جس کے گلے تا حشر شیعوں کے کٹیں
جھک کے شمر نحس نے وہ کند خنجر لے لیا

تپ میں سجادؑ حزیں کی کیا دوا اچھی ہوئی
ایک نے لے لی ردا اور اک نے بستر لے لیا

پینے والے اب مئے دنیا کے کس نشہ میں ہیں
ہم نے ہنس کر ساغر تسنیم و کوثر لے لیا

پانی پانی ہو کے فرط شرم سے کہتا تھا شمر
بازوئے شبیرؑ نے دریا کو کیوں کر لے لیا

ڈرتے ڈرتے اپنے باقی پر گنے جبرئیل نے
اتفاقاً گر کسی نے نام حیدرؑ لے لیا

ہے وہی جاویدؔ شاعر اور وہی نقاد فن
خوش بیانی سے دلوں کو جس نے اکثر لے لیا

(۸)

عزت و مرتبت وجاہ وحشم رکھتے ہیں / جو سلاطیں نہیں رکھتے ہیں وہ ہم رکھتے ہیں
جائیں گے سیر کو جنت میں رفیقان حسینؑ / دم نہ ہونے پہ بھی جرار یہ دم رکھتے ہیں
یہ عزاخانہ فرزند نبیؐ ہے بندو! / یاں سمجھ بوجھ کے جبریل قدم رکھتے ہیں
کہہ دو طوبیٰ سے کہ سر اور جھکا لے ہر شاخ / دوش پر حضرت عباسؑ علم رکھتے ہیں
بوند پانی بھی میسر نہیں جن بچوں کو / آنسوؤں سے وہ فقط چشم کو نم رکھتے ہیں
بے ثباتیٔ زمانہ کا خیال آتا ہے / پھول ہنستے ہیں جو دنیا میں قدم رکھتے ہیں
خاص سرکار حسینی سے جنہیں ہے اک ربط / ظاہری جاہ و حشم پاس وہ کم رکھتے ہیں
بھول کر اہل جہاں سے نہیں کرتے کوئی بات / مر کے جو مد نظر شوق عدم رکھتے ہیں
جس کی ڈیوڑھی پہ ملک فخر کیا کرتے تھے / آج دربار میں وہ لوگ قدم رکھتے ہیں
آسمانوں کا عجب رنگ نظر آتا ہے / قصد جنت جو شہنشاہ امم رکھتے ہیں
پانی پینے سے بھی چڑھ جاتا ہے فوراً اک زہر / جو ہر تیغ بھی کس قہر کا سم رکھتے ہیں
یہ جو مٹتا ہے تو مٹ جاتا ہے وہ بھی فوراً / ربط آپس میں بہت نقش قدم رکھتے ہیں

ہاں جو مداح حسینؑ ابن علیؑ ہیں جاویدؔ
پر جبریل کا ہاتھوں میں قلم رکھتے ہیں

(۹)

ناصران شاہ دیں کیا سرفرازی لے گئے / اٹھ کے نیزے انجم گردوں سے بازی لے گئے
ماں کے کہنے کا جو تھا عون و محمد کو خیال / اپنے گھوڑوں کو لب دریا نہ غازی لے گئے
تا قیامت قبر میں ہیں ساتھ سجدوں کے نشاں / صرۂ خاک شفا اصلی نمازی لے گئے
اب جہنم کے اندھیرے میں جلیں گے یہ چراغ / دل (کے) دل ہمراہ سب شامی ورازی لے گئے
بہر اصغرؑ زندگی میں قبر چھوٹی سی بنی / رکھ کے ہاتھوں پر جو سلطان حجازی لے گئے
جو کہا تھا وہ کیا ہاں بات کے معنی یہ ہیں / مشک بھر کے نہر سے عباسؑ غازی لے گئے
دیکھ کر زینبؑ کے بچوں کی وغا کہتی تھی فوج / یہ وہ کمسن ہیں کہ جو فوجوں سے بازی لے گئے
ابر میں خورشید تاباں ہے یہ ہوتا تھا خیال / تا بہ خیمہ شہ کو ڈھالوں میں جو غازی لے گئے
پھول مرجھائے ہوئے آخر کو داغ دل بنے / باغباں گلشن میں جو کلیاں تھیں تازی لے گئے
جو غم سرور میں روتے تھے ہنسے وہ صبح حشر / جو یہ آنسو لے گئے وہ سب سے بازی لے گئے
تھے عبادت کے جو محضر ان پہ کی خالق نے مہر / کب نشانِ سجدہ ماتھوں پر نمازی لے گئے

تھا ملائک میں بھی اے جاویدؔ شور وشین یہ
لاش اکبر رن سے جب شاہ حجازی لے گئے

(۱۰)

پیاس بجھنے سے دل اکبرؑ کو کل آ جائے گی
دیکھنے حسن جوانی کو اجل آجائے گی

غازیوں سے صاف کہتی تھی یہ ماتھے کی شکن
کام میں یہ تیغ بھی وقت جدل آجائے گی

کہتے تھے عباسؑ پیاسی ہے سکینہؑ ہائے ہائے
جان آجائے گی مجھ میں گر اجل آجائے گی

صبر اس کا نام ہے قاسمؑ سے یہ ماں نے کہا
جب سدھاروگے تو میرے دل کو کل آجائے گی

جلوۂ رخ دیکھ لیں گے اے نصیری کے خدا
ہم بھی کرلیں گے زیارت جب اجل آجائے گی

ہم تو بھولے ہیں مگر عصیاں کو ہم بھولے نہیں
آخر اک دن سامنے فرد اجل آجائے گی

ہے ابھی امید اکبرؑ کو کہ آئیں گے امام
دید سے مایوس ہوتے ہی اجل آجائے گی

منہ کو چادر سے چھپا لیں گے کہ ہے رسم جہاں
جب گناہوں سے حیا وقت اجل آ جائے گی

جاگ کر قسمت جگا دے گی کہ دیکھ آئے علیؑ
گر لحد میں نیند ہم کو بے اجل آجائے گی

کہتے تھے عباس غازی سامنے کوئی نہ آئے
پاؤں گھبرا کے بڑھے گا تو اجل آ جائے گی

خیریت زخم جگر کی اب نہیں اے چارہ گر
ٹانکے ٹوٹیں گے ہنسی گر بے محل آجائے گی

مدتوں یہ دور ہے مجھ سے میں اس سے دور ہوں
سو جگہ دم لیکے مجھ تک بھی اجل آجائے گی

ہیں ظہور مہدیؑ ہادی کے شیعہ منتظر
یا زیارت ہی کریں گے یا اجل آجائے گی

کربلا کے عزم سے جاوید قوت دل کو ہے
سامنے اک روز خوبیٔ اجل آ جائے گی

(۱۱)

خوش نویسی کب ہے شامل رزق کی تدبیر میں
مل نہیں سکتا کسی کا خط، خط تقدیر میں

بیڑیاں پڑتیں نہ پائے عابدؑ دلگیر میں
کچھ بھی ہوتی گر بصارت دیدۂ زنجیر میں

پڑ گئے چھالے جو پائے عابدؑ دلگیر میں
رنج سے آنسو بھر آئے دیدۂ زنجیر میں

تھا یہ سودا منزل مقصد کا مجھ کو بعد مرگ
خاک نے اڑ کر جگہ دی دامن رہگیر میں

اصل میں اور نقل میں کچھ فرق ہوتا ہے ضرور
بو نہیں ہوتی جو سرخی ہو گل تصویر میں

کس طرح یا رب کٹے گی سختیٔ راہ عدم
دور ہے منزل بہت اور دم نہیں رہگیر میں

تب سخن ہے چاشنی بخش مذاق اہل ہوش
جب نمک کے ساتھ شیرینی بھی ہو تقریر میں

تھا وہ گریاں اشک ٹپکے خامہ ہر آہ سے
چشم پرنم بن گئی از خود مری تصویر میں

دیکھئے اب کس کو لوٹیں کس کو بے پردہ کریں
اب تو اعدا آگئے ہیں خیمۂ شبیرؑ میں

شمر کیا کرتا ہے اپنا پاؤں رکھتا ہے کہاں
ہیں سب اسرار الٰہی سینۂ شبیرؑ میں

شمع جلتی ہے اسی صدمے سے بزم دہر میں
خاک پروانے کی کیوں رہتی نہیں گل گیر میں

اے مصور خشک ہے تن میرا کانٹے کی طرح
صرف کر رنگ خزاں مجھ زار کی تصویر میں

رفتہ رفتہ ہوتے ہیں پامال قالینوں کے فرش
کیا خزاں آتی نہیں ہے گلشن تصویر میں

جان ڈالے قالب بے جاں میں گرقدرت تری
رنگ دوڑے خون بن کر پیکر تصویر میں

درد فرقت سے ہوا بے تاب جب صغریٰ کا دل قطعہ
اس طرح لکھا عریضہ خدمت شبیرؑ میں

شرح اپنے حال کی کیوں کر لکھوں کیا کیا لکھوں
سینکڑوں باتیں ہیں آ سکتی نہیں تحریر میں

کرتی ہے (اجرائی پاؤں سے) حرارت (جسم) کی
ہو گیا ہے فرق کچھ ہر چیز کی تاثیر میں

ضعف ایسا ہے کہ سر تکیے سے اٹھ سکتا نہیں
پائے لاغر ہیں مقید ضعف کی زنجیر میں

کرب بھی ہے تپ بھی ہے دوراں بھی ہے اور ضعف بھی
سب کو ہوتا ہے تعجب موت کی تاخیر میں

درد تو اتنے ہیں اور اس پر مسیحا سے ہوں دور
موت تنہائی کی لکھی ہے مری تقدیر میں

پوچھتے ہیں زندگی میں موت کا احوال سب
خواب ابھی دیکھا نہیں اور خواب ہے تعبیر میں

حال گر جاویدؔ لکھوں تو پڑھا جاتا نہیں
ہے خطِ تقدیر کا املا مری تحریر میں

(۱۲)

رہ گئی ہمراہ شہ آخر ہوا آئی کہاں
لاکھ کوشش کی مگر گرد قدم پائی کہاں

کہتی ہیں اکبر سے بانو رات آنکھوں میں کٹی
سو گئی تقدیر لیکن مجھ کو نیند آئی کہاں

کہتے تھے اعدا کہ تیغ شہ کی دیکھی تھی چمک
کوئی کیا جانے گئی کس سمت اور آئی کہاں

لاشۂ عباسؑ پر کہتے تھے رو رو کر حسین
چھوڑ کر غربت میں بھائی کو گئے بھائی کہاں

کیا سمجھ کر پھر رخ اکبر سے میں تشبیہ دوں
دیکھنے کا حسن ہے پھولوں میں رعنائی کہاں

رو کے راہ شام میں کہتی تھی بانوئے حزیں (قطعہ)
دل نے تسکین کچھ برائے نام بھی پائی کہاں

اے علی اصغر جھنڈولے بال دکھلا دے مجھے
تو نے صورت ماں کو جاتے وقت دکھلائی کہاں

تو نے تو دیکھا تھا مڑ کر میری جانب باربار
لے گئے جلدی میں شہ میں دیکھنے پائی کہاں

اے جوانی دیکھ پیری جھک کے کرتی ہے سلام
خود بخود ہم کھنچ گئے تصویر کھنچوائی کہاں

آسماں کیسا زمیں پر اب ہے تیغ بو تراب
دیکھنے بجلی تڑپنے کے لئے آئی کہاں

اب وہاں ہے حر جہاں سے دو قدم ہے راہ خلد
اے زہے رتبہ کہ قسمت کھینچ کر لائی کہاں

زندگانی تک تھے سارے ارتباط واتحاد
جان میری ساتھ میرے تا لحد آئی کہاں

اور سینے میں سناں پیوست ہو گی ڈر یہ تھا
لاش اکبر شاہ نے سینے سے لپٹائی کہاں

ذکر دامن کیا ابھی رخسار تک پہنچا ہے اشک
دور ہے کشتی کنارے پر ابھی آئی کہاں

ایک دل پر شاہ کے بچ ہے بہتر داغ ہیں
دل کی تو اک حد ہے یہ شہ نے جگہ پائی کہاں

کیا بھلا حاسد کو سوجھے گی مری حد کمال
دیکھنے کی جو ہیں آنکھیں ان میں بینائی کہاں

یا علیؑ آپ آیئے اس شوق میں دیتا ہوں جان
آپ نے صورت ابھی تک مجھ کو دکھلائی کہاں

ہاتھ میں حیدرؑ کے در خیبر کا تھا مثل سپر ۔۔۔ دست حق کی طرح قوت غیر نے پائی کہاں
اے مسافر قبر کے، کب آئے گا وقت فشار ۔۔۔ استخواں کے ٹوٹ جانے کی صدا آئی کہاں
سانس لی بے شیر نے اور تھے علی اصغرؑ تمام ۔۔۔ کوئی یوں کھلتی کلی عالم میں مرجھائی کہاں

جو برا کہتے ہیں اے جاویدؔ کہنے دیجئے
کیا برا ہے میں تو خود کہتا ہوں اچھائی کہاں

(۱۳)

کیا رہا خیمے میں شہ کے اک اداسی رہ گئی ۔۔۔ سب کے رونے کو محمدؐ کی نواسی رہ گئی
اس گلے ملنے سے بہتر تھا کہ پی لیتی لہو ۔۔۔ خونِ اعدا تو بہا اور تیغ پیاسی رہ گئی
تیغ شہ سے فوج بھاگی بے سر وپا دور تک ۔۔۔ ساتھ دینے کے لئے اک بے حواسی رہ گئی
ہے ہوس رفعت کی اس سے سر اٹھاتے ہیں حباب ۔۔۔ کیا ہوا سر بستہ شیشوں میں ذرا سی رہ گئی
پھول مرجھائے ہوئے مادر کے داغ دل بنے ۔۔۔ پہنے تھا نو شاہ جو بدھی وہ باسی رہ گئی
آبلوں کے پاؤں کی ہوتی ہے سوزش قہر کی ۔۔۔ کیا زبان خار پھر صحرا میں پیاسی رہ گئی
پھر نشاں سے (اہل) عالم کو پتا مل جائے گا ۔۔۔ ہاں مکان قبر میں خامی ذرا سی رہ گئی
پانی پانی ہو گئی خود نہر فرط شرم سے ۔۔۔ آل احمدؐ تین دن دریا پہ پیاسی رہ گئی
جب دکھائے اپنے لب سوکھے ہوئے خود مشک نے ۔۔۔ بی بیاں سمجھیں کہ بچی شہ کی پیاسی رہ گئی
میں کسے ڈھونڈھوں نہیں ملتا مجھے اپنا پتا ۔۔۔ گوشے گوشے میں لحد کے اک اداسی رہ گئی
ہائے احمدؐ کے نواسے کو نہ پانی تک دیا ۔۔۔ واہ عالم میں یہ کیسی حق شناسی رہ گئی
کہتے تھے عباس نادم ہے بھتیجی سے چچا ۔۔۔ میں تو دریا پر رہا وہ گھر میں پیاسی رہ گئی
غازیوں کے رخ پہ تھی گرد تیمم کی چمک ۔۔۔ آئینے وہ صاف ہی ہیں پر جلا سی رہ گئی
دے شراب تازہ اے ساقی کہ تازہ ہو بہار ۔۔۔ جلد وہ شیشے ہٹا میے جن میں باسی رہ گئی
اب نہ جانیں خون کی بوندیں ہیں یا پانی کی ہیں ۔۔۔ مشک روئی دختر حضرت جو پیاسی رہ گئی
جب سنی اک بار دو بیٹیوں کے مرنے کی خبر ۔۔۔ دیکھ کر منہ سب کا احمدؐ کی نواسی رہ گئی
ہم نے ہر حالت میں دیکھے اس کے لب سوکھے ہوئے ۔۔۔ ہر شقی کے خون کی تلوار پیاسی رہ گئی
جانکنی کا وقت ہے آئیں علیؑ، میں دیکھ لوں ۔۔۔ دونوں آنکھوں میں بصارت اک ذرا سی رہ گئی
جب ترائی میں اسد حیدرؑ کا گونجا غل ہوا ۔۔۔ جانیں دیجے جان شیروں میں ذرا سی رہ گئی
روئے اکبر سے بہت سرکی بہت سر کی نقاب ۔۔۔ چاند سارا کھل گیا بدلی ذرا سی رہ گئی

سب گئے جنت میں اے جاویدؔ سرور کے رفیق
ان کے بدلے بستروں پر اک اداسی رہ گئی

(۱۴)

جب اُدھر اپنے لہو میں حر نہا کر رہ گیا — کچھ پسینہ سا اِدھر شیروں کو آکر رہ گیا
اہل بیت مصطفیؐ کا قافلہ اے انقلاب — شام کے زنداں میں آخر خاک اڑا کر رہ گیا
حسن روئے حضرت اکبر کا ذکر آیا تھا کیا — ہر گل تازہ چمن میں مسکرا کر رہ گیا
میری پیری دیکھ کر تصویر کو خجلت ہوئی — کچھ پسینہ اس کے ماتھے پر بھی آکر رہ گیا
درد دل کو لے کے آیا جانکنی کا وقت بھی — وہ رلا کر رہ گیا اور یہ ہنسا کر رہ گیا
ہے جو آمد اس کی جنت میں کھلے جاتے ہیں پھول — مژدۂ بخشش کوئی مجھ کو سنا کر رہ گیا
خود تو رو سکتے نہ تھے سجادؑ راہ شام میں — پاؤں کا چھالا مگر آنسو بہا کر رہ گیا
روئے پر نور علی اکبر سے پھر سر کی نقاب — صبح کا تارا فلک پر جھلملا کر رہ گیا
ہے تصور حر کو لڑنے کا کٹے کیوں کر نہ رات — شام کے لشکر پہ تلواریں لگا کر رہ گیا
دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر روئے حسینؑ — جب علی اکبر سناں سینے پہ کھا کر رہ گئے
کہتے تھے ازرق سے قاسمؑ تو بہادر ہی نہیں — لڑنے والوں کی فقط صورت بنا کر رہ گیا
ہے تعلق کون سا اس کو گلوئے شاہ سے — زنگ کے پردے میں خنجر منہ چھپا کر رہ گیا
گھاٹ پر عباس کو غصہ ہے برہم ہے مزاج — تیغ کے قبضے تک ان کا ہاتھ آکر رہ گیا
اتنی ازرق کو ندامت جنگ قاسم سے نہیں — خون کی چادر سے پیکاں منہ چھپا کر رہ گیا
نزع میں مجھ کو نوید باغ جنت مل گئی — دیکھ لی صورت علیؑ کی مسکرا کر رہ گیا
بی بیاں سمجھیں کہ زخم دل کی یہ بھی ہے چمک — روئیں یہ جب کوئی دشمن مسکرا کر رہ گیا
یا علی اب آیئے اب آیئے — سارے تن سے کھنچ کے دم آنکھوں میں آکر رہ گیا
حر کو کیسا رنج، مر جانے کی ہے اتنی خوشی — جانکنی کے وقت بھی یہ مسکرا کر رہ گیا

کربلا جاؤں اگر جاویدؔ یاور ہو نصیب
آج ہی اپنا مقدر آزما کر رہ گیا

(۱۵)

خوش ہوا شمر سر سرور خوش خو لے کے — سوئے دربار چلا ہاتھ میں گیسو لے کے
میں چلا قبر میں داغ شہ خوش خو لے کے — خوب تڑپا ہوں مگر رہ گئے پہلو لے کے
جس قدر پھول تھے سہرے کے وہ سب ہنسنے لگے — جب چلے ماں سے رضا قاسم گل رو لے کے
ان کے سینوں کو بصد فخر ملک سونگھیں گے — خلد میں جائیں گے مجلس کی جو خوشبو لے کے
ہم نے ہر طرح نکلتے ہوئے دیکھے آنسو — زخم ہنستے ہیں مگر رنج کا پہلو لے کے
حشر کے روز ہنسوں گا کہ بہت رویا ہوں — واں سے جاؤں گا یوں ہی تھوڑے سے آنسو لے کے
اے فشار لحدی چھوڑ کے یوں مجھ کو نہ جا — یہ بتا کیا کروں ٹوٹے ہوئے پہلو لے کے

باغ میں چال صبا کی نہ ہو کیوں مستانہ
دیکھئے پھر یہ چلی پھولوں کی خوشبو لے کے

گھر میں آکر کہا سرور نے کہ اے بھائی حسنؑ
لیجئے آئے ہیں ہم بچہ آہو لے کے

لوگ سمجھے کہ جوانی کا ثمر ہاتھ آیا
برچھی نکلی جو دل اکبر مہرو لے کے

موجیں کھینچے ہوئے پانی کو لئے جاتی ہیں
شیر جاتا ہے جو مشکیزہ لب جو لے کے

جوگری بوند لہو کی وہ زمیں نے پی لی
سر جو پیاسے کا چلا شمر سیہ رو لے کے

کہہ نہ اشکوں سے گراں موتیوں کو اے رضواں
تول لینا ہی تو آنکھوں کی ترازو لے کے

حشر میں دل سے یہ پوچھوں گا کہ لوں بھی کہ نہیں
خلد دیتا ہے کوئی تھوڑے سے آنسو لے کے

جگر و دل کے سوا پاس ہے کیا اے جاویدؔ
کیا کروں گا میں بھلا تیر سہ پہلو لے کے

(۱۶)

باغ جنت بے ولائے مرتضیٰؑ ملتا نہیں
جس کو یہ ملتے نہیں اس کو خدا ملتا نہیں

ہم سمجھتے ہیں ہوا اس کو اڑا کر لے گئی
بوئے گل کا اب گلستان میں پتا ملتا نہیں

جو نہ ہوں دنیا میں ان کے حسن بھی آئیں نظر
آئینہ ایسا کوئی صورت نما ملتا نہیں

شاہ کی آنکھوں میں عالم بعد اکبرؑ ہے سیاہ
دن ہے لیکن قتل گہہ کا راستا ملتا نہیں

ہم نہیں معلوم کیوں کر کنج مرقد تک گئے
یاں تک آنے کا ہوا کو راستا ملتا نہیں

لاکھ تڑپیں موجیں ، دل ٹوٹیں حبابوں کے مگر
اس محیط غم میں کوئی آشنا ملتا نہیں

بخت سرگشتہ کا اے جاویدؔ اب تک ساتھ ہے
مجھ کو جانا اب بھی سوئے کربلا ملتا نہیں

(۱۷)

ان کی بربادی ہے جو مرکر ہوا کے ساتھ ہیں
خاک ہو کر ہم زمین کربلا کے ساتھ ہیں

بے رخیٔ دہر کا آل نبیؐ کو غم نہیں
ہیں یہ وہ مخصوص بندے جو خدا کے ساتھ ہیں

آمد ورفت نفس سے زخم کی سرخی بڑھی
یہ چراغ ایسے ہیں روشن جو ہوا کے ساتھ ہیں

بوتراب آئیں گے تربت میں مدد کرنے مری
قبر میں صُرّے کئی خاک شفا کے ساتھ ہیں

باب خیبر کی زبانی اوج پر یہ بھی سنا
ہم وہ ہیں جو قوت دست خدا کے ساتھ ہیں

ہلکی ہلکی اس کی سرخی کہہ رہی ہے صاف صاف
خون کے اب تک اثر خاک شفا کے ساتھ ہیں

بو بھی گل کی جا ملی یوں دور جا سکتی نہ تھی
ساتھ اس کے ہے ہوا اور یہ ہوا کے ساتھ ہیں

خلد کے ساکن یہ کہتے ہیں جلیس اہل سقر
ہم یہاں بھی مثل دنیا مرتضاؑ کے ساتھ ہیں

حشر میں وہ سامنے ہے باب جنت دیکھ لو
ہم بھی ایک امید پر مشکل کشا کے ساتھ ہیں

کہتے تھے اکبر کہ ہم حق پر ہیں تو ڈرتے نہیں
یہ ہمارے ساتھ ہیں یا ہم قضا کے ساتھ ہیں

گرد کے دامن کو دامان اماں سمجھے ہیں کیا
جتنے ذرے ہیں پریشان سب ہوا کے ساتھ ہیں

بوترابی کو زمیں کس طرح سے دے گی فشار
قبر میں صُرّے کئی خاک شفا کے ساتھ ہیں

کارواں سالارِ دیں یوں قافلے کو لے چلا
اور سر بھی فرق شاہ کربلا کے ساتھ ہیں

چل کے خیبر میں یہی کہتی تھی تیغ مرتضیٰؑ
وہ نہیں رکتے ہیں جو مشکل کشا کے ساتھ ہیں

دم میں باقی جب تلک ہے آمد ورفت نفس
یہ چراغ ایسے ہیں جو روشن ہوا کے ساتھ ہیں

جب پھرا خورشید حضرت سے تو یہ کہہ کر پھرا
کچھ ہے جب تک روشنی نور خدا کے ساتھ ہیں

جس قدر جنت میں گنجائش ہو بڑھنے کی بڑھے
ہاتھ لاکھوں دامن مشکل کشا کے ساتھ ہیں

تم کو کیا جاویدؔ نافہموں کی باتوں کا ملال
یہ غنیمت ہے دل درد آشنا کے ساتھ ہیں

(۱۸)

مستعد جنگ پہ حضرت کا علمدار بھی ہے
بل بھی چتون پہ ہے اور ہاتھ میں تلوار بھی ہے

فوج کہتی تھی کہ عباسؑ وہ آئے بھاگو
یہ اسد بھی پسر حیدرؑ کرار بھی ہے

دہری زنجیریں پہنائے ہیں اسے دشمن دیں
پہلے سے ہی جو حقیقت میں گرفتار بھی ہے

زندگی کا ہے کوئی ذکر کوئی مرنے کا
روح آزاد بھی ہے اور گرفتار بھی ہے

کہا صغریٰ نے کہ اکبر کو نہیں میری خبر
اتنا ہی سوچتے گھر میں کوئی بیمار بھی ہے

شہ نے اکبر سے کہا لائے کہاں سے پانی
باپ مجبور ہے عاجز بھی ہے ناچار بھی ہے

رحمت حق ابھی بیتاب ہے پہلے سے سوا
صف محشر میں کوئی اور گنہگار بھی ہے

کہہ دو طوبیٰ سے کہ سرا اپنا جھکالے ہر شاخ
ابھی حضرت کا علم بھی ہے علمدار بھی ہے

قبر تاریک میں خورشید منور چمکا
میری جانب کو رخ حیدرؑ کرار بھی ہے

تیرگی قبر دکھاتی ہے تو اوروں کو دکھائے
دل میں یاں داغ غم سید ابرار بھی ہے

تیغ اکبر میں نظر آتی ہے تصویر اجل
آئینہ بھی ہے یہ جو ہر بھی ہے تلوار بھی ہے

صبح تک رات کی شادی کا اثر باقی ہے
دست نوشاہ میں اک پھول سی تلوار بھی ہے

کیوں جگہ موئے مژہ کو نہ ملے آنکھوں پر
اس میں یہ حسن کہ برچھی بھی ہے تلوار بھی ہے

آئے گا وقت زوال اور ابھی ایک زوال
مرنے والوں میں ابھی شہ کا علمدار بھی ہے

ہے یقیں موت کا انساں کو مگر پھر بھی نہیں
ایک ہی وقت میں غافل بھی ہے ہشیار بھی ہے

کہتے ہیں لوگ پہاڑوں سے اٹھے گی نہ یہ ضرب
دست اکبر میں ابھی تیغ گراں بار بھی ہے

کہا زینبؑ نے کہ عباسؑ کو روکو بھائی
شیر سے گھاٹ پہ حجت بھی ہے تکرار بھی ہے

تیرے ہی باغ میں جاویدؔ ثمر اچھے ہیں
یوں تو پھر سیر کو سبزہ بھی ہے گلزار بھی ہے

(۱۹)

شام غم کیا آئی سب پر ایک آفت آگئی ۔۔۔ حشر بر پا ہوگیا تازہ قیامت آگئی
ہاتھ میں تیغ ید اللہ جب بشوکت آگئی ۔۔۔ زور بازو میں تو دل میں شہ کے طاقت آگئی
شہ بھلا دیتے علی اکبر کو مرنے کی رضا ۔۔۔ مانگنے والے سے لیکن کچھ مروت آگئی
تھی شب طولانئ مرقد کہ کوئی خواب تھا ۔۔۔ سوتے سوتے لیجئے صبح قیامت آگئی
ہے محبوں کے پسینے میں بھی خوشبوئے گلاب ۔۔۔ آج اس مجلس میں دیکھو بوئے جنت آگئی
اب پسینے کی شکایت کیا کریں شہ کے رفیق ۔۔۔ ان سے ملنے کو ہوائے باغ جنت آگئی
شاہ کے دونوں قدم نکلے رکابیں چھوڑ کر ۔۔۔ لیجئے بہر قدم بوسی قیامت آگئی
میرے شعروں پر یہ تعریفیں یہ مجلس میں خروش ۔۔۔ دوستوں کو دیکھ کر صورت مروت آگئی
پہلے رخصت کے نہ لینے ہی سے بانو تھیں خفا ۔۔۔ دیکھ کر فرزند کی صورت محبت آگئی
یا علی کہہ کر جو کھینچی (تیغ) بہر انتقام ۔۔۔ بازوئے شبیر کے ہاتھوں میں طاقت آگئی
پہلے جو پڑھتے تھے کلمہ وہ مخالف ہو گئے ۔۔۔ مرثیہ جب سے کہا یہ طرفہ آفت آگئی
بلبلوں کو ناز بے جا کا محل اک مل گیا ۔۔۔ یاں ہنسی غنچوں کو کچھ تو حسب عادت آگئی
آئینہ کو کچھ نئی صورت کی ضد بڑھتی گئی ۔۔۔ منہ اِدھر دیکھا اُدھر دل میں کدورت آگئی
اب حسینؑ ابن علیؑ سے لڑ نہیں سکتا کوئی ۔۔۔ نام حیدرؑ لینے سے ہاتھوں میں طاقت آگئی

اب زباں کے ساتھ اے جاویدؔ جوہر کھل گئے
جس کو مانے ہیں زباں داں وہ طلاقت آگئی

(۲۰)

ملے جو آب تو پیاسوں کی آرزو نکلے ۔۔۔ کہ دل کا خوں نہ ہو یوں آنکھ سے لہو نکلے
جہاد ان کا نہیں طاعت خدا یہ ہے ۔۔۔ حسینؑ گھر سے جو نکلے تو باوضو نکلے
بلائیں لے کے مدینے میں کہتی تھیں زینبؑ ۔۔۔ جوان ہوں مرے بچے تو آرزو نکلے
گئے جو نہر پہ عباسؑ بہر آب رواں ۔۔۔ حباب لے کے کٹورے کنار جو نکلے
بزور ہاتھ سے اکثر فشار دیتے ہیں ۔۔۔ یقیں ہے تیغ کے قبضے سے بھی لہو نکلے
ہراک سنبھال لے اس وقت قلب حضرت کو ۔۔۔ گلوئے اصغرؑ ناداں سے جب لہو نکلے
خدا پرست جو تھے کہتے تھے رفیق حسینؑ ۔۔۔ تمہارا دم بھی جو نکلے تو قبلہ رو نکلے
تصوروں سے نزاکت کے کہتی تھی بلبل ۔۔۔ بہت ہے کم بھی رگ گل سے گر لہو نکلے
بہار باغ سے خوش ہو کے کہتی ہے بلبل ۔۔۔ گلوں سے بوٗ تو مرے دل سے آرزو نکلے
یقیں ہے آگ لگا دے تمام عالم میں ۔۔۔ اگر حسینؑ کی شمشیر شعلہ خو نکلے
خیال سے یہ سکینہؑ کے کہتے تھے عباسؑ ۔۔۔ تلاش آب میں میں کیا مرا لہو نکلے

نہ ہو تلاش تو دوریٔ حق کی حد بھی نہیں جو ڈھونڈھیۓ تو قریب رگ گلو نکلے
خدا پرست تھے احباب خاص سرور دیں کہ ان کے دم بھی جو نکلے توقبلہ رو نکلے
جو نکتہ سنج ہیں سمجھیں تو ہاں وہی سمجھیں گہر کی آب سے بھی بڑھ کے آبرو نکلے
پسر یہ کہتے تھے زینبؑ کے غیظ میں آکے پڑے وغا پسر سعد کینہ جو نکلے
گرانیوں کو جو میزان عقل میں تولیں سپاہیوں سے بھی کم اس کی آبرو نکلے
جو کربلا کی زمیں سے بنائے خاک کوئی یقین ہے کہ ابلتا ہوا لہو نکلے

جو کربلا میں پڑھوں مرثیہ میں اے جاویدؔ
نہاں جو دل میں ہے مدت کی آرزو نکلے

(جاری)

التماس ترحیم

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورۂ حمد اور تین بار سورۂ توحید کی تلاوت فرما کر جملہ مرحومین خصوصاً مرزا محمد اکبر ابن مرزا محمد شفیع کی روح کو ایصال فرمائیں۔

محمد عالم: نکّر پرنٹنگ اینڈ بائنڈنگ سینٹر

حسین آباد، لکھنؤ

ضروری اعلان

نور ہدایت فاؤنڈیشن کی ۲۲ ویں پیشکش، زائرہ نقوی کی تالیف "**تاثیر عزا**" یعنی خاندان اجتہاد کی شاعرات کے کلام کا مجموعہ مع مختصر تعارف منظر عام پر آچکا ہے۔ شائقین حضرات ادارہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ (قیمت: ۱۰۰/روپۓ)

التماس فاتحہ خوانی

☆ بتاریخ ۸/جنوری ۲۰۱۱ء کو جناب مولانا سید سفیان احمد ندوی صاحب (انچارج کمپیوٹر سیکشن، نور ہدایت فاؤنڈیشن) کے جواں سال برادر نسبتی جناب بلال رؤف صاحب عرف 'رومی' ابن ڈاکٹر سید غیاث الدین ندوی صاحب نے اس دار فانی سے دار بقا کی جانب اچانک رحلت فرمائی، مرحوم کی تدفین لکھنؤ ہی میں ہوئی۔

☆ بتاریخ ۱۰/جنوری کو جناب مولانا عمران حیدر صاحب، عالم پور بارہ بنکی (کارکن نور ہدایت فاؤنڈیشن) کی دادی محترمہ مبارک النساء بنت یعقوب علی صاحب نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

☆ بتاریخ ۲۴/جنوری کو خاندان اجتہاد کی مشہور شاعرہ عزت آرا بیگم عزتؔ اجتہادی بنت مولوی سید یادگار علی وکیل (چھپرہ، بہار) زوج عصمت آرا بیگم عصمتؔ اجتہادی بنت شاعر اُمّی سید صادق علی چھنگا صاحب حسینؔ جائسی (زوجہ مجید رضا زیدی، اُناؤ) نے رحلت فرمائی اور امامباڑہ غفرآن مآب میں تدفین ہوئی۔

☆ بتاریخ ۲۴/جنوری کو ہی مولانا حیدر مہدی زیدی صاحب، بڑا باغ حسین آباد، لکھنؤ نے رحلت فرمائی اور امامباڑہ غفرآن مآب میں تدفین ہوئی۔

مومنین سے گزارش ہے کہ ایک بار سورۂ حمد اور تین بار سورۂ توحید کی تلاوت فرما کر مرحومین کی روح کو ایصال فرمائیں۔